مولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

برابری اور مساوات کی تعلیم، حضرت زیدؓ اور حضرت اُسامہؓ کے ساتھ حسنِ سلوک

ابو طالب کے بعد سرداری کا نمبر نبی علیہ السلام کا تھا، ہجرت میں پہل اعزاز ہے

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۰ سائیڈ اے/ ۸۴۔۹۔۲۱

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حضرت آقائے نامدار ﷺ نے مساوات بتلائی ہے اور اس مساوات کو ایسے طریقے پر کرکے دکھلایا ہے جو بہت مشکل ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ بہت بڑے خاندان کے تھے عرب کا سب سے اشرف خاندان جناب رسول اللہ ﷺ کا تھا اور عرب کے پورے قبائل اس کی شرافت سب سے بڑھی ہوئی تسلیم کرتے آئے ہیں پھر ایک قبیلے کی شرافت ہوئی اور مزید یہ کہ قبیلے کے سرداروں میں آپ کا شمار ہوا آپ ان کی اولاد میں تھے جو قبیلے کے سردار شمار ہوتے تھے حضرت عبدالمطلب تھے اُن کے بعد اُن کی جگہ ابو طالب تھے۔

سرداری اور قبیلہ کی شرافت پر بطورِ دلیل ایک واقعہ :

اور بخاری شریف میں یہ قصہ آتا ہے [۱] زمانہ جاہلیت میں جو قتل کے اُوپر فیصلہ ہوا کرتا تھا کہ سو اُونٹ دے دو یا اُس آدمی کو دے دو تاکہ مار دیا جائے یا قسمیں کھالو یہ کب سے شروع ہوا کیسے شروع ہوا ؟ اس طرح شروع ہے کہ ایک قریش کا آدمی تھا، ابو طالب سے مل کر وہ سفر پر گیا، ایک اور آدمی جو دوسرے کسی قبیلے یا خاندان کا تھا وہ تجارت کے لیے جا رہا تھا اس نے اس (قریشی) کو ساتھ لے لیا یہ (قریشی) ایسے تھا جیسے مزدوری کا کام کرتے ہیں پھر ہوا یہ کہ راستے میں جدھر سے یہ جا رہے تھے اُدھر سے کوئی اور آ رہا تھا اور اس نے کہا کہ دیکھو کوئی رسی ہو تو مجھے دے دو میرا جو ''توشہ'' ہے اُس کی

[۱] باب القسامۃ فی الجاھلیۃ ج ۱ ص ۵۴۴

رسی ٹوٹ گئی ہے۔اور میرا اُونٹ بدکتا ہے تو اس (قریشی) نے ایک رسی دے دی تو جب پڑاؤ ڈالا تو سب اُونٹوں کو باندھ دیا ایک اُونٹ نہیں بندھ سکا وجہ کیا تھی؟ وہ رسی نہیں تھی پوچھا اس نے جو مالک تھا جو لے جا رہا تھا اس کو اپنے ساتھ کہ یہ اُونٹ کیوں نہیں بندھا؟ کہنے لگا کہ وہ رسی جو تھی وہ نہیں ہے اس کی، کہاں گئی رسی اس کی؟ تو اس نے کہا اس طرح میں نے اُس کو دے دی۔ اُسے غصہ آیا اُس نے لاٹھی پھینک کر ماری وہ لاٹھی اس کے ایسی بُری طرح لگی کہ وہ اس سے جانبر نہیں ہو سکا، تو جہاں پڑاؤ ڈالتے تھے وہاں یہ ہوتا تھا کہ ادھر قافلے آئے اُدھر گئے اُدھر سے آئے اِدھر گئے جیسے بسوں کے اڈے بنے ہوئے ہیں اس طرح وہ بھی تھے وہاں ایک شخص گزرا اس نے دیکھا اسے زخمی ہے چوٹ لگی ہوئی ہے۔ پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا تم کہاں کے رہنے والے ہو کہاں جا رہے ہو اس نے کہا کہ میں تو یمن کی طرف کا ہوں اس نے کہا تم حج کو جاؤ گے؟ کہا ہاں جاؤں گا کبھی جاتا ہوں کبھی نہیں بھی جاتا۔ اُنھوں نے کہا کبھی بھی جانا ہو تمہارا تو میرا ایک پیغام پہنچا دو گے؟ کہنے لگا ضرور پہنچا دوں گا اُس نے کہا یہ پیغام ہے میرا کہ جب تم وہاں جاؤ تو منٰی میں آواز دینا پُوچھنا کہ قریش کہاں ہیں تو قریش کے قبیلے والے جہاں ہوں گے وہاں لوگ تمہیں پہنچا دیں گے جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو تم پُوچھنا ابو طالب کہاں ہے تو ابو طالب سے ملنا اور اُنھیں یہ کہنا کہ فلاں آدمی نے مجھے ایک رسی کے بدلے میں قتل کر دیا اُدھر یہ (قاتل) آدمی اپنا تجارت کا کام پورا کر کے واپس آ گیا جب واپس آیا تو ابو طالب نے پوچھا ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اُس نے کہا وہ تو بیمار ہو گیا تھا میں نے اُسکا بہت علاج کیا ٹھیک نہیں ہوا صحت نہیں ہوئی اُس کو، انتقال ہو گیا اُس کا، میں نے پھر اُسے نہلایا دھلایا اور دفن کر دیا، بہر حال میں نے اُس کی خدمت بہت کی۔ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے قَدْ کَانَ اَھْلَ ذَاکَ مِنْکَ [۲] وہ اس بات کا اہل تھا مستحق تھا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے بات ختم ہو گئی اُدھر ایسے ہوا کہ وہ آدمی پہنچا حج کے موقع پر اُس نے آواز دی قریش کہاں ہیں؟ قریش یہ ہے۔ ابو طالب کہاں ہے؟ ابو طالب یہ ہے۔ بالکل آسانی سے پہنچ گئے اُس نے کہا فلاں آدمی جو تھا آپ کا اُس نے مجھے یہ پیغام دیا تھا یہ پیغام پہنچانے آیا ہوں تو اب ابو طالب کو (اصل بات کا) پتا چلا تو انھوں نے اس کے (قاتل) کو بلایا اور جو اس کے قبیلے کا سردار تھا اس سے کہا یا تو اُسے ہمارے حوالے کر دو یا قسمیں کھا لو یا سو اُونٹ دے دو اور اگر ایسے نہیں کرتے تو بہر حال ہم آدمی کا بدلہ لیں گے وہ قسموں پر راضی ہو گئے جھوٹی قسموں پر ایک آدھ آدمی جو جانتے تھے اس بات کو (کہ جھوٹی قسم کا وبال کیا ہوتا ہے) انھوں نے کہا جناب دیکھئے پچاس آدمیوں سے آپ نے کہا ہے قسمیں کھائیں یا سو اُونٹ دیں تو گویا ایک قسم یا دو اُونٹ ایسے ہوا حصہ، ایک قریشی خاندان کی لڑکی تھی جو اُس خاندن میں بیاہی ہوئی تھی (اس آدمی کے بیٹے سے) اُس نے کہا کہ دیکھیے ایسے کریں کہ میرے بیٹے کا نام انھوں نے (قسم کھانے والوں میں) لکھا ہے تو مہربانی کریں یہ دو اُونٹ ہیں (بجائے قسم کے) یہ قبول کریں اور جب قسمیں لی جائیں تو وہاں قسم

---

[۲] بخاری شریف ج ۱ ص ۵۴۲

میرے بیٹے سے نہ لیں اسی طرح ایک اور نے بھی یہی کہا اب اڑتالیس آدمی رہ گئے۔

اللہ کا گھر اور جھوٹی قسم کا وبال :

تو وہاں کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر قسمیں کھاتے تھے نہ ہم نے مارا نہ ہمارے آدمی نے مارا نہ ہم اُس کے قاتل کو جانتے ہیں یہ قسم انھوں نے جھوٹی کھائی اُن کا ایک اعتقاد یہ تھا کہ جو یہاں جھوٹی قسم کھائے یا کسی قسم کی (غلط) بات کرے تو ادبار سے نہیں بچتا اور کوئی بدعا دے تو بدعا لگتی ہے بدعا کرے تو دُعا قبول ہوتی ہے یہ اُن کا عقیدہ چلا آرہا ہے مکہ مکرمہ ہی کے رہنے والے تھے مگر اُن کو اپنے مقام سے یہ عقیدہ خود بھی تھا یہ نہیں کہ باہر سے آنے والوں کا ہو اُن کا نہ ہو ان کا بھی تھا، احترام وہ کرتے تھے مکہ مکرمہ کا چنانچہ جنھوں نے قسمیں کھائیں تھیں سال نہیں گزرنے پایا کہ سب کے سب مرگئے یہ زمانہ جاہلیت میں ایک واقعہ ایسا گزرا تھا تو اسلام نے اس سلسلہ کو جو "دِیَتْ" کے اندر چلتا ہے قائم رکھا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ تو بہت بڑے خاندان کے تھے یعنی ابو طالب سردار تھے۔

ابو طالب کے بعد سرداری کا نمبر نبی علیہ السلام کا تھا :

اور ابو طالب کے بعد سرداری کا نمبر جناب رسول اللہ ﷺ ہی کا ہے ویسے بھی، اور جب اسلام آگیا وحی آگئی نبوت ہوگئی تو سب ہی سے بڑے ہوگئے پھر مقابلے میں دوسرا خاندان آگیا یہ بنو اُمیہ والا خاندان ابو جہل، ابوسفیان، ابو جہل کے بعد اپنے خاندان کے بھی کچھ لوگ تھے ابو لہب اُدھر تھا، بدر کے موقع پر وہ نہیں آسکا شاید بیمار تھا یا کیا چیز تھی بہر حال وہ نہیں آیا۔

ابو لہب کی عبرتناک موت :

جب "بدر" والوں کو اطلاع پہنچی ہے کہ اس طرح سے ہمارے اتنے آدمی مارے گئے ہیں تو بیمار ہوا اور مرگیا اور مرض بھی اُسے ایسا ہوا کہ عرب لوگ اس مرض سے بہت ڈرتے ہیں اور وہ کوئی ایسا ہے جیسے کہ چیچک کی کوئی خاص قسم ہو اس میں مبتلا ہوا اور مرگیا، پڑا رہا اندر، بچوں نے بھی لاش نہیں اُٹھائی پھر کسی نے غیرت دلائی تو پھر اُنھوں نے اس کو کسی طرح سے وہاں سے اُٹھا کر اور لے جا کر ڈال دیا اُوپر مٹی ڈال دی۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ خاندانی طور پر سب سے بڑے تھے۔

غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک :

جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک غلام آئے ان کو آزاد کر دیا اب یہ واقعہ ہے جبلہ ابن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے جو بھائی ہیں۔ ان کو پتا چلا کہ میرا بھائی زید آزاد ہوگیا ہے اور یہاں مکہ مکرمہ میں حضرت محمد ﷺ

کے پاس ہے تو پھر یہ آئے اور آ کر ملے عرض کیا جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ ابعث معی اخی زیدا میرے ساتھ میرے بھائی زید کو بھیج دیجیے تو آپ نے فرمایا یہ ہیں وہ، لے جاؤ انہیں، اگر وہ تمہارے ساتھ جائیں تو میں منع نہیں کروں گا۔

واپس جانے سے انکار :

تو زیدؓ نے کہا کہ میں تو نہیں جاؤں گا میں جناب ہی کے پاس رہوں گا یارسول اللہ واللہ لا اختار علیک احدا میں آپ کے اوپر کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گا تو وہ (جبلہ) اس وقت واپس چلے گئے بعد میں ان کے بھائی جبلہ کہتے تھے کہ میرے بھائی کی جو رائے تھی وہ میری رائے سے بہتر تھی [۳] وہ وہاں رہے ٹھیک ہے بالکل ٹھیک جگہ رہے اب یہ غلام ہیں ان کے ساتھ معاملہ ایسا ہوا کہ وہ مسلمان بھی ہو گئے اور ساتھ رہنا بھی پسند کیا۔ ادھر جناب رسول اللہ ﷺ کا مقام خاندانی اعتبار سے اور ویسے بھی بہت بڑا تھا قریش کو یا کسی کو کوئی اختلاف نہیں تھا انھوں نے کبھی کوئی الزام نہیں لگایا یہ بھی نہیں کہا جھوٹ بولتے ہیں یہ بھی نہیں کہا خیانت کرتے ہیں کوئی الزام کسی قسم کا نہیں لگایا۔ بات صرف "پیغام" کی تھی اختلاف "پیغام" پر تھا تو درجہ تو بڑا ہی تھا بہت بڑا درجہ تھا تو آپ کا معاملہ تو زیدؓ کے ساتھ ایسا تھا کہ وہ جانا ہی پسند نہیں کرتے تھے حالانکہ آزاد ہو گئے تھے آزاد ہو گئے تو فوراً بھاگ کر جانا چاہیے تھا چہ جائیکہ بلانے بھی آئے کوئی اور پھر بھی نہ جائے پھر جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے رہے۔

سرداری اور غلام :

آپ نے ان کو ایسا بڑھایا کہ ایک دفعہ اُن کو لشکر کا سردار بنا دیا اور غزوہ موتہ میں وہ لشکر کے سردار تھے اور لوگوں کو اشکال ہوا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی کی بھی بات نہیں مانی اور منع فرمادیا کہ اس طرح کے اشکال نہ کرو ایسی بات نہ کرو پھر یہ ہوا کہ وہ وہاں اُس جہاد میں شہید ہوئے۔

حضرت اسامہؓ کے ساتھ حسنِ سلوک :

ان کے بیٹے ہیں اُسامہ، اُسامہ ابن زیدؓ۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے بھی اسی قدر محبت تھی اب وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تو ایسے ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ جملہ فرمایا احبیہ فانی احبہ [۴] تم بھی اس سے محبت کرو میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت اسامہؓ ہی بتاتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا جب آپ کی طبیعت ناساز تھی اور یہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں رہتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ شریف کے مشرقی حصہ میں رہتے تھے۔ مدینہ پاک کا مشرقی حصہ جو ہے وہ بلندی پر ہے کوئی خاص محسوس تو نہیں ہوتی بلندی لیکن ہے واقعتاً بلندی

---

[۳] مشکوٰۃ ص ۵۷۲ [۴] مشکوٰۃ ص ۵۷۱

مگر آب وہوا کا فرق ہو جاتا ہے وہاں جا کر، کہتے ہیں ''قبا'' والا حصہ جو ہے اس میں رات کو ٹھنڈ ہو ہی جاتی ہے اور بعض دفعہ کپڑا اوڑھنا پڑتا ہے جبکہ مدینہ منورہ میں یہ نہیں ہوتا تو یہ کہتے ہیں ھبطت وھبط الناس میں بھی آ گیا اور لوگ بھی آ گئے مدینہ منورہ میں اطلاع ملی کہ طبیعت ناساز ہو گئی ہے اور ایسی ناساز ہے کہ باہر تشریف نہیں لا سکتے نمازوں میں ظاہر بات ہے سب ہی آ گئے کہتے ہیں میں پہنچا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اب یہ غلام کے بیٹے ہیں تو اس وقت کیفیت یہ تھی کہ آپ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے تو بات تو کچھ نہیں تھی صرف بولنا دُشوار ہے تو رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں دستِ مبارک میرے اُوپر رکھتے تھے اور ایسے اُٹھاتے تھے اب میں یہ سمجھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے لیے دُعاء فرما رہے ہیں ۵؎ کیونکہ ہاتھ رکھنا اور پھر ایسے اُٹھانا یہ ایسا ہی طریقہ اور انداز تھا جیسے کوئی دُعا کرتا ہو، تو نظروں سے اور شفقت سے یہی انداز ہوتا تھا۔

کمرے میں داخل ہونے کے آداب :

حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیٹھا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس اذ جاء علی والعباس کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ آ گئے۔ ان دونوں نے اسامہؓ سے کہا کہ جاؤ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لو ہم آنا چاہتے ہیں۔ بلا اجازت کے داخل ہونا کسی کمرے میں یہ تو ٹھیک نہیں ہے منع ہی کیا جاتا ہے حالانکہ رشتہ دار تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ چچا ہیں حضرت علیؓ چچازاد بھائی ہیں داماد ہیں مگر دونوں اجازت چاہ رہے ہیں کہتے ہیں میں نے جا کر کہا یہ آنا چاہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا اتدری ماجاء بھما کیا تم جانتے ہو کہ کیوں آئے ہیں یہ، قلت لا میں نے عرض کیا نہیں قال لکنی ادری فرمایا میں جانتا ہوں کیوں آئے ہیں۔ آنے دو اجازت دے دو۔ اندر آئے اور آ کر انھوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ یہ دریافت کریں کہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے اپنے اہلِ خانہ میں ای اھلک احب الیک قال فاطمۃ بنت محمد فرمایا فاطمہ مجھے بہت محبوب ہیں۔ انھوں نے عرض کیا ماجئناک نسئلک عن اھلک یہ جو بالکل آپ کی اولاد ہے اس کے بارے میں ہم پوچھنے نہیں آئے بلکہ اور لوگوں میں سے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے میں نے بھی انعام کیا ہے (یعنی) اسامہ ابن زیدؓ یہی جو آپ کو بلا کر لائے ہیں یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں ان دونوں نے عرض کیا پھر اس کے بعد کون تو فرمایا ثم علی ابن طالب پھر یہ علیؓ، اب حضرت عباسؓ فرمانے لگے جعلت عمک اخرھم اپنے چچا کو تو آپ نے ان سب کے پیچھے کر دیا، سب کے بعد کر دیا۔ (باقی صفحہ ۵۸)

۵؎ مشکوٰۃ ص ۵۷۱

آج پوری دنیا امن وامان کی ضرورت شدت سے محسوس کرتی ہے۔ وہ امن وامان کی پیاسی ہے اور اس کی تلاش میں لگی ہوئی ہے اگر ہم اپنے احتساب کے ساتھ امن کی کوششوں کو اخلاص اور صحیح جذبہ کے ساتھ جاری رکھیں تو تمام دنیا کے مسلمان اس کے لیے دوسری قوموں کے شانہ بشانہ بلکہ ان سے آگے ہوں گے۔ دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں اسلام سے زیادہ اچھا نظام کوئی قوم یا کوئی مذہب نہ آج تک پیش کر سکا ہے اور نہ آئندہ پیش کر سکے گا۔

حدیث شریف کے ارشاد کا مفہوم ہے :

''تم اہلِ زمین پر رحم کرو اللہ تعالیٰ جو آسمانوں کا مالک ہے تم پر رحم کرے گا۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ جس کا مفہوم ہے کہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم وکرم فرماتا ہے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

بقیہ : درس حدیث

ہجرت میں پہل اعزاز ہے :

تو فرمایا ان علیا سبقک بالھجرة علیؓ نے آپ سے سبقت کی ہے ہجرت میں [5] انہوں نے ہجرت کی ہے آپ نے ہجرت نہیں کی ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ یہ سفر کر کے آہی رہے تھے جو جناب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر لشکر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں یہ مل گئے انہیں آپ پھر واپس لے آئے ساتھ ساتھ تو آقائے نامدار ﷺ نے مساوات کا درس دیا ہے چھوٹے بڑے سب کے ساتھ شفقت اور یکساں سلوک جو اُنکے مناسب ہو جس سے اُن کا تعلق اور محبت بڑھے۔ احساس کمتری، چھوٹے پن غریب ہونے کا احساس جو ہے وہ جاتا رہے یہ تمام سنتیں رسول اللہ ﷺ کی آج تک محفوظ ہیں اور ان سب پر مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (اختتامی دعا) ---------

[5] مشکوٰة ص ۵۷۲